شاہد حسین رزاقی

عہدِ ظلمہ کا روشن پہلو

شارلیمین کے بعد یورپ میں انتشار پیدا کرنے والے عناصر کو تقویت ہونے لگی۔ ۸۴۳ء میں عہدنامۂ ورسن کے مطابق جرمنی اور فرانس میں دو شہنشاہتیں قائم ہوئیں جو ایک دوسرے کی رقیب تھیں اور ان کی کش مکش صدیوں تک جاری رہی آگے چل کر جرمن شہنشاہیت زیادہ ممتاز ہوگئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایسے حالات بھی پیدا ہوگئے جن کی وجہ سے یہ شہنشاہیت بھی کمزور پڑ گئی۔ اور حکومتوں کی اس کمزوری سے عام بدامنی، امرا کی سرکشی اور پوپ کی خود سری نے ایسے حالات پیدا کر دئے کہ یورپ زوال وانحطاط کی انتہائی پستیوں میں گر گیا۔ اور ازمنۂ وسطیٰ تاریخِ یورپ کا تاریک دور ثابت ہوا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس زمانہ میں ایسے حالات بھی پیدا ہوئے جن کی وجہ سے مطلق العنانی کے خلاف رجحانات بڑھ گئے۔ اور دستوری حکومت اور جمہوری اداروں کے قیام کی جدوجہد ترقی کرنے لگی۔ اس زمانہ کے معاشرہ پر دو قسم کے نظاموں نے بہت گہرا اثر ڈالا تھا۔ ایک تو ٹیوٹنی یا جرمانی اور دوسرے رومن۔ قدیم قبائلی نظام میں محدود حکمرانی کا تصوّر کارفرما تھا۔ کیونکہ جرمانی قبائل کا قانون روایاتی تھا۔ اس کا تعلق تمام قبائل سے تھا اور ان کی رضامندی کے بغیر اس میں تبدیلی نہ ہوسکتی تھی۔ چنانچہ ان قبائل کا تصوّر یہ تھا کہ حکومت و اقتدار عوام کی رضامندی پر مبنی ہے۔ اور محدود حکومت کا یہ نظریہ ازمنۂ وسطیٰ میں بھی اثر انداز ہوا۔ رومن شہنشاہیت میں قانون سازی کو بہت ترقی ہوئی تھی۔ اور اسی ترقی سے قانون کے ماہرین نے قانون کی برتری کا نظریہ اخذ کیا۔ اور یہ تصوّر پیش کیا جانے لگا کہ اقتدارِ حکمرانی کا سرچشمہ عوام ہیں۔ عوام کے اقتدار کا یہ تصور صدیوں تک قائم رہا۔ اور جمہوریت کے ارتقا میں اس نظریہ کی بڑی اہمیت ہوگئی۔ کیونکہ اس کے مطابق حکمران کو عوام کا نمایندہ تصوّر کیا جانے لگا۔ اور یہ نظریہ قائم ہوگیا کہ حکمران اپنا اقتدار محکوموں کی مرضی سے حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ تاج پوشی کی رسم کو عوام کی جانب سے اختیارِ حکمرانی بادشاہ کے تفویض کئے جانے کا مظاہرہ اور بادشاہ کی طرف سے مملکت کے قانون و روایات کی پابندی واحترام کرنے کا وعدہ تصوّر کیا جانے لگا۔ ازمنۂ وسطیٰ میں مطلق العنان بادشاہت کو پسند نہ کیا جاتا تھا۔ اور حکمران کے اقتدار کو محدود و مشروط قرار دینے کا تصوّر مقبول ہو رہا تھا۔ چنانچہ اس زمانہ کے نظریہ سازوں نے بھی مطلق العنانی کو روکنے اور دستوری و جمہوری نظام کو ترقی دینے میں نمایاں حصّہ لیا۔ ٹامس اکوئناس نے اپنی کتاب "حکمراں کا اقتدار" میں یہ واضح کیا کہ حکومت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک تو مفادِ عامہ کا لحاظ رکھنے والی اور دوسری صرف حکمراں کے مفاد کا خیال کرنے والی۔ انصاف پر مبنی حکومت وہی ہے جو مفادِ عامہ کا خیال رکھے۔ کیونکہ حکومت کا بنیادی مقصد رعایا کے لئے اچھی اور پُرامن زندگی مہیا کرنا اور امن کو ترقی دینا ہے۔ چنانچہ اچھی حکومت قائم کرنے کا ذریعہ اس نے یہ بتلایا کہ حکمرانوں کو عوام منتخب کریں اور حکمراں عوام کے سامنے جوابدہ ہوں۔

جمہوری نظریات۔ مارسیلو اس دور کا سب سے زیادہ جمہوریت نواز نظریہ ساز تھا۔ اس نے اپنی تصنیف "محافظِ امن" میں یہ خیال پیش کیا کہ حکمرانی کے تمام اقتدار کا ماخذ عوام ہیں۔ اور انہی کو قانون سازی کا اعلیٰ اختیار حاصل ہے۔ حکمران عوام کے نمائندہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ حکمراں کا انتخاب کیا جائے۔ اور قانون ساز مجلس بھی عوام کی نمائندہ اور منتخب کردہ ہو۔ مارسیلو نے قانون کو عوام کی ظاہر کردہ رائے قرار دیا ہے۔ جس کی اطاعت اس لئے کی جاتی ہے کہ مفادِ عامہ کے حصول و تحفظ کے لئے یہ ضروری ہے۔ مارسیلو کے نزدیک حکومتِ عاملہ مرضیِ عامہ کی پابند ہوتی ہے اور یہ حکومت اسی وقت تک جائز ہوتی ہے، جب تک کہ وہ مفادِ عامہ کے مطابق حکومت کرے (اور مشیتِ عامہ کی پابند رہے۔ ولیم اوکم نے حکمراں کو انسانی قانون سے آزاد لیکن قانونِ فطرت کا پابند قرار دیا، اور انصاف رسانی اس کا بنیادی فرض بتلایا۔ گرسین نے یہ نظریہ پیش کیا کہ حکمراں کا اقتدار عوام کا تفویض کردہ ہے اور ہر اقتدار خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی محدود ہونا چاہئے۔ نکولس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ حکمراں کا اقتدار عوام کی مرضی سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے اور اس کی حیثیت عوام کے منتخب کردہ عہدہ دار کی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے منتخب کرنے والوں کی مرضی کا خیال رکھے۔ جان وکلف ملک کے اتحاد و استحکام کے لئے مضبوط حکومت کو ضروری سمجھتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کا یہ نظریہ بھی تھا کہ بادشاہ کے لئے حق و انصاف پر عمل کرنا لازمی ہے اور نااہل حکمران کی مقاومت کی جائے۔ جان فارٹسکیو نے بھی حکمراں کے اقتدار کو محدود کرنے حمایت کی۔ اور اس کے نزدیک بھی اقتدارِ اعلیٰ کے حامل عوام ہیں۔

نااہل حکمراں کو برطرف کردینے کا نظریہ ازمنۂ وسطیٰ کا ایک اہم اور بنیادی تصور ہے۔ آگے چل کر حاکم اور محکوم کے درمیان معاہدہ کے نظریہ نے بھی بہت مقبولیت حاصل کی۔ اور پھر یہ نظریہ قائم ہوا کہ اگر کوئی قانون یا رواج قانونِ فطرت کے خلاف ہو تو وہ جائز نہیں ہو سکتا۔ ان تمام نظریات نے حکومت پر پابندی عائد کرنے کے رجحان کو تقویت دی اور ازمنۂ وسطیٰ کے نظریہ سازوں کے خیالات اس زمانہ کے معاشرہ پر اثر انداز ہوئے اور دستوری حکومت کے رجحان کو ترقی دی۔

شہنشاہ اور پوپ۔ ازمنۂ وسطیٰ میں حکمراں کے اقتدار کو محدود کرنے کا دوسرا سبب شہنشاہ اور پوپ کی کشمکش ہے جو مدت دراز تک تمام سرگرمیوں کا محور بنی رہی۔ ازمنۂ وسطیٰ میں پوپ نہ صرف عیسائی دنیا کے کلیسائی نظام بلکہ بادشاہوں، امیروں اور عوام پر بھی اقتدار کا دعویدار تھا۔ ۷۵۶ء میں اٹلی میں ایک پاپائی ریاست بھی قائم ہوگئی تھی جس کا سیاسی حاکم بھی پوپ تھا۔ ۱۰۷۳ء میں گریگوری ہفتم پوپ منتخب ہوا، اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ رومن کلیسہ خدا کا قائم کردہ ہے۔ پوپ کا اقتدار عالمگیر ہے۔ وہ شہنشاہ کو معزول کر سکتا اور اس کی رعایا کو شہنشاہی احکام کی پابندی سے آزاد کر سکتا ہے۔ اس زمانہ میں شہنشاہی کو روئے زمین پر خدا کی سلطنت اور شہنشاہ کو اس سلطنت کا سرگروہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن گریگوری نے اس خیال کو باطل قرار دیا۔ اس کا استدلال یہ تھا کہ شہنشاہی کی بنا قہر و غضب پر ہے۔ اس لئے وہ خدا کی سلطنت کی نہیں ہو سکتی۔ خدا کی سلطنت تو کلیسہ ہے جس کی بنا حق پر ہے۔ اور چونکہ پوپ رئیس کلیسہ ہوتا ہے اس لئے اس کو تمام دنیا اور تمام حکمرانوں پر کامل اختیار حاصل ہے۔ پوپ کے اس اعلان کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہنشاہ اور پوپ کے حامی حکمرانوں میں جنگ شروع ہوگئی جس کا سلسلہ ۱۱۲۲ء تک جاری رہا۔ اور یورپ کے تمام ممالک پر اس کا بہت گہرا اثر پڑا۔

اس کشمکش کے زمانہ میں کلیسہ نے اس خیال کی اشاعت کی کہ جو حکمران اپنا فرض بخوبی انجام نہ دے اس کو معزول کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ حکمران تاج پوشی کے ذریعہ اختیارات حاصل کرتا ہے۔ تاج پوشی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ اختیارات مشروط اور قانون کے تابع ہوتے ہیں۔ حکمران انصاف کرنے اور اپنے فرائض حکمرانی کو بخوبی انجام دینے کا عہد کرتا ہے۔ اگر وہ اس عہد کو پورا نہیں کرتا تو یہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہوگی جس کی پاداش میں حکمراں کو معزول کیا جا سکتا ہے۔ حکمرانوں کے متعلق ایسے خیالات کی اشاعت کے علاوہ پوپ نے اپنے مخالف حکمرانوں کو غاصب اور نااہل قرار دے کر ان کو دین سے خارج کر دیا۔ اور ان کی عیسائی رعایا کو اطاعت کی پابندی سے آزاد قرار دیا۔ چنانچہ ۱۰۷۶ء میں پاپائی حکم کی بنا پر جرمنی کے امراء نے شہنشاہ ہنری چہارم کی اطاعت سے انکار کر دیا تھا اور ان کے اس انکار سے یہ روایت قائم ہونے لگی کہ رعایا حکمراں کا محاسبہ اور اس کی اطاعت سے انکار کرنے کی مجاز ہے۔ پاپائی اقتدار کے حامی نظریہ ساز مانے گولڈ نے اسی مقصد کے تحت یہ نظریہ پیش کیا کہ جائز حکمراں وہی ہے جو تسلیم کرے کہ اس کا اقتدار کلیسہ کے تابع ہے۔ کیونکہ حکمراں کلیسہ یا قانون الٰہی کی پابندی قبول کر کے یہ ثابت کرتا ہے کہ اس نے اس معاہدہ کی پابندی کی ہے۔ جس کے مطابق اس کو دنیاوی حکومت کے اختیارات تفویض کئے گئے تھے۔ نیز یہ کہ اگر کسی فرمانروا کی حکومت عدل پرور نہ ہو۔ تو رعایا اس حکمراں کی اطاعت کرنے کی پابندی سے آزاد ہو جاتی ہے۔ اور اسے حکمراں کو معزول کر دینے کا حق مل جاتا ہے۔

اس طویل کش مکش میں کبھی پوپ غالب رہا اور کبھی شہنشاہ یورپ کے بعض ممالک میں تو ملکی اتحاد و استحکام کو برقرار رکھنے کے لئے بادشاہوں کی حمایت کی گئی۔ لیکن دوسرے ممالک میں حکمرانوں کا اقتدار کمزور پڑ گیا۔ اور اس کمزوری کا نتیجہ ایسے خیالات کی اشاعت اور ایسے اداروں کے قیام کی شکل میں نکلا جو حکمراں کے اقتدار حکومت کو محدود اور دستوری بنانے کے خواہاں تھے۔ آگے چل کر خود جرمن شہنشاہیت پر اس کا عملاً یہ اثر پڑا کہ چودہویں صدی میں شہنشاہی دستور نے شہنشاہ کے اقتدار پر پابندی عائد کر دی اور شہنشاہ کا انتخاب کرنے کے لئے ایک ادارہ بنایا گیا جس کو جرمنی کے مختلف علاقوں کا نمائندہ ادارہ قرار دیا گیا تھا۔

جاگیری نظام ۔ ازمنۂ وسطیٰ میں دستوری حکومت کے ارتقاء میں جاگیری نظام سے بھی بہت مدد ملی۔ اگرچہ یہ نظام سیاسی انتشار اور بدامنی کا پیدا کردہ تھا اور اس زمانہ کے معاشرہ پر اس کے اثرات بہت تباہ کن تھے۔ لیکن شہنشاہ اور پوپ کی کش مکش کی طرح جاگیری نظام کے نتیجے میں بھی خیر کا ایک پہلو نکل آیا اور اس کی اساس پر دستوری حکومت اور جمہوریت کو آگے بڑھانے میں مدد ملی۔ ۸۱۴ء میں فرانس کے بادشاہ چارلس کی وفات کے بعد شاہی اقتدار بہت ہی کمزور ہو گیا۔ خود چارلس کے زمانہ میں ہی یہ حالت ہو گئی تھی کہ شاہی فوج رعایا کی حفاظت نہ کر سکتی تھی۔ اور امراء نے بڑے بڑے قلعے بنا کر اور ذاتی فوجیں رکھ کر اپنی حفاظت کا انتظام کیا تھا۔ لیکن عوام غیر محفوظ اور بے بس تھے۔ چارلس کے بعد امراء نے اپنی طاقت بہت بڑھا لی۔ اور اسی زمانہ میں شمالی یورپ کے باشندے جو "شمالی" کہلاتے تھے حملے کرنے لگے۔ ظلم و ستم اور بدامنی کا دور شروع ہو گیا۔ زبردست زیردست کی املاک پر قبضہ کر لیتے۔ کمزوروں کو زبردستی غلام بنا لیتے اور بے خوف و خطر قانون شکنی کرتے تھے۔ لیکن ان کو روکنے والی کوئی طاقت نہ تھی۔ ان حالات سے تنگ آ کر عام باشندوں نے ان امراء سے جن کے علاقہ میں وہ آباد تھے، حفاظت کی درخواست کی۔ اور اس طرح وہ نظام وجود میں آیا جو جاگیری

نظام کہلاتا ہے۔ اور یہ نظام دسویں صدی سے سولہویں تک یورپ پر چھایا رہا۔

جاگیری نظام کی یہ بنیادی خصوصیت تھی کہ اس میں بادشاہ و امرا اور آقا و رعیّت سب کے حقوق و فرائض معین تھے اور ان کے تعلقات کی نوعیّت باہمی معاہدہ کی تھی، جس کی پابندی دونوں فریقوں کے لئے لازمی تھی۔ بادشاہ، جاگیردار، رعیّت سب کی حیثیت فریقین معاہدہ جیسی تھی۔ بادشاہ کو جاگیرداروں پر وہی اختیارات حاصل تھے جو وہ ان سے علٰحدہ علٰحدہ طے کرتا تھا۔ اور جاگیرداروں کی اطاعت بادشاہ سے ان معاہدوں کی پابندی سے مشروط تھی۔ اگرچہ جاگیری نظام میں بہت سی خرابیاں تھیں۔ اور یورپ کے معاشروں پر اس کے بُرے اثرات بھی پڑے لیکن یہ نظام چونکہ حقوق و فرائض کے تعین اور باہمی معاہدوں کی اساس پر قائم تھا اس لئے حکمرانوں کی مطلق العنانی دستوری حکومت کی شکل اختیار کرنے لگی۔ اس نظام میں ایک طرف تو بادشاہ کا اقتدار کمزور ہوگیا تھا اور دوسری طرف آقا اور رعیّت کے تعلقات معاہدوں کے مطابق قائم ہوتے تھے۔ نیز ان معاہدوں کی رُو سے نہ صرف محکوم بلکہ حاکم کے لئے بھی شرائط معاہدہ کو پورا کرنا ضروری تھا۔ اور اس طرح حکومت و اطاعت دونوں کی نوعیّت مشروط ہوگئی تھی۔ حاکم اور محکوم کے تعلقات کی نوعیت میں اس تبدیلی کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکمراں کی مطلق العنانی کو روکنے، دستوری پابندیاں عائد کرنے اور حکمراں کو فرائض کی تکمیل پر مجبور کرنے کا رجحان بڑھنے لگا۔ چنانچہ یہ نظریہ مُدوّن ہوگیا کہ حکومت کے قیام کے محرک کچھ مقاصد ہوتے ہیں۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے حکمراں کی اطاعت کی جاتی ہے اور حکمراں پر یہ لازم ہے کہ وہ ان مقاصد کے حصول کے لئے اپنے فرائض پورے کرے۔ عوام نے امن و انصاف حاصل کرنے کے لئے جاگیرداروں کی اطاعت قبول کی تھی اور یہ تصوّر موجود تھا کہ اگر جاگیردار اپنے وعدہ کی پابندی نہ کرے تو رعیّت اس کی اطاعت کرنے کی پابند نہیں رہتی۔ آگے چل کر یہی نظریہ بادشاہوں پر بھی منطبق کیا جانے لگا اور بادشاہ کی اطاعت بھی مشروط قرار دی جانے لگی۔ اس کے ساتھ ہی امرا میں بھی یہ خیال عام ہونے لگا کہ شہنشاہیت کے فروغ سے حکمرانوں میں مطلق العنانی کا جو رجحان ترقی کر گیا ہے اس کو روک کر شاہی اقتدار کو محدود اور مشروط کر دیا جائے۔ چنانچہ انگلستان میں منشورِ اعظم کا حصول اسی رجحان کا نتیجہ تھا۔ حکمراں کے اقتدار کو مشروط کر دینے سے اس نظریہ کو بڑی تقویت حاصل ہوئی کہ بادشاہ قانون کا تابع ہوتا ہے اور قانون کی برتری کا تصوّر دستوری حکومت کی ترقی کی بنیاد بنا۔

نمایندہ حکومت۔ ازمنۂ وسطیٰ میں جو اثرات کام کر رہے تھے اور جو حالات پیش آئے ان کی وجہ سے اس تصوّر کو بہت ترقی ہوئی کہ حکمراں کے اختیارات محدود ہوں۔ وہ قانون کا تابع ہو اور اس کی حکومت پر دستوری پابندیاں عائد کی جائیں۔ لیکن ان نظریات کو روبہ عمل لانے کے لئے ایسے ادارہ کی ضرورت تھی جو حکمران کو قانون و دستور کا پابند رکھ سکے۔ یہ ادارہ اسی وقت قائم ہو سکتا تھا جب سیاسی شعور بیدار ہوتا اور عوام کو حکومت میں حصّہ لینے کا خیال پیدا ہوتا۔ ازمنۂ وسطیٰ میں وہ سیاسی بیداری تو نہ تھی جس کی وجہ سے پارلیمنٹی نظام ترقی کر کے طاقت حاصل کرتا۔ لیکن مختلف ممالک میں مختلف حالات کے تحت ایسے نمایندہ اداروں کی ابتدا ہوگئی جو آگے چل کر بہت بڑی جمہوری قوت بن گئے۔

انگلستان۔ نمایندہ حکومت کا طریقہ سب سے پہلے انگلستان میں اختیار کیا گیا۔ اینگلو سیکسن زمانہ میں بھی یہ رواج تھا کہ بادشاہ

امراء اور کلیسا کے اعلیٰ عہدہ داروں کو طلب کر کے ان سے مشورہ کرتے تھے اور حتمی منظوریاں لیتے تھے۔ نارمن عہد سے پہلے بھی علاقہ داری عدالتیں مندوبوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ بارہویں صدی میں ہنری دوم نے ان عدالتوں میں مندوبوں کی شرکت کو لازمی کر دیا تاکہ عدالتی کام میں بادشاہ کو مدد ملے۔ یہ نمائندگی ہی انگلستان میں نمائندہ مجالس کا آغاز ثابت ہوئی۔ برطانیہ میں ٹیوٹنی مجالس کی قسم کا کوئی ادارہ نہ تھا۔ اور اینگلوسیکسن عہد کی "مجلسِ عقلا" دراصل بادشاہوں کی مشیر جماعت تھی جس کا کوئی دستور نہ تھا اور جس کا انحصار بالکلیہ بادشاہ کی مرضی پر تھا۔ نارمن فتح کے بعد مجلس شاہی قائم ہوئی جو بڑے جاگیرداروں اور بادشاہ کے مقرر کردہ ارکان پر مشتمل ہوتی تھی۔ تیرھویں صدی میں مختلف علاقوں کے منتخب کردہ نمائندے بھی شاہی فرمان کے مطابق مجلس شاہی فرمان کے مطابق مجلس شاہی میں شریک ہونے لگے۔ اور مجلس کے اجلاسوں کو پارلیمنٹ کہا جانے لگا۔ برطانوی نظامِ حکومت کی تاریخ دراصل اسی مجلس کے ارتقاء، مختلف شعبوں میں اس کی تقسیم اور اختیارات کے حصول پر مشتمل ہے۔ مجلس شاہی کے مختلف شعبوں میں سب سے بڑی اور اہم مجلس اعلیٰ تھی جو قومی مجلس قانون سازی کی ابتدائی شکل تھی۔ آگے چل کر یہ اصول قائم ہوا کہ پارلیمنٹ کو قانون سازی اور عدلیہ کے اختیارات تو حاصل ہیں لیکن مالی منظوریوں اور محاصل کا تصفیہ اس وقت تک نہیں کر سکتی جب تک کہ امراء اور اضلاع کے نمائندے بھی تعاون نہ کریں۔ چونکہ بادشاہ کی مالی ضروریات میں بہت اضافہ ہو رہا تھا اس لئے ان کی منظوری میں سہولت کے پیش نظر مختلف علاقوں کی عدالتوں کا یہ مستقل فرض قرار دیا گیا کہ وہ پارلیمنٹ کے لئے نمائندے منتخب کر کے بھیجا کریں۔ ابتدا میں اسی فرض کو سیاسی قوت کا ذریعہ تصور کرنے کے بجائے ایک بار سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ اس وقت نظامِ حکومت پر اثر انداز ہونے کے لئے نمائندہ ادارے قائم کرنے کا نہ تو تصور تھا اور نہ اس کی کوشش کی گئی تھی۔

اس دوران میں انگلستان کے قانون عامہ نے ایک مرتب شکل اختیار کر لی تھی۔ یہ قانون ہنری دوم کی قائم کردہ عدالتوں کے فیصلوں پر مبنی تھا۔ اور ان فیصلوں کی تدوین سے یہ فائدہ ہوا کہ انگلستان میں تمام ملک کے لئے ایک مشترکہ قانون بننے لگا۔ قانون و دستور کی اہمیت بڑھ جانے اور بادشاہ کو اس کی پابندی پر مجبور کرنے کے خیال نے اس قدر ترقی کی کہ شاہ جان کے خلاف امراء نے ایک متحدہ سیاسی جماعت کی شکل اختیار کر لی اور ۱۲۱۵ء میں اس کو منشورِ اعظم یا میگنا کارٹا عطا کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہ منشور حاصل کرنے کے لئے مختلف طبقوں نے متحدہ کوشش کی تھی اور ہر طبقہ کو سیاسی حقوق کا مستحق تسلیم کیا گیا تھا۔ اس منشور کی دو اہم ترین دفعات جن سے جمہوری حقوق حاصل کرنے میں مدد ملی یہ تھیں کہ کوئی شخص اس وقت تک قید، محروم املاک، خارج از قانون یا جلاوطن نہ کیا جائے گا یا اس کو کسی اور طریقہ سے نقصان نہ پہنچایا جائے گا جب تک کہ قانون اس کا فیصلہ کر کے سزا نہ دے۔ نیز یہ کہ انصاف نہ تو فروخت کیا جائے گا۔ نہ کسی شخص کو انصاف سے محروم رکھا جائے گا۔ اور نہ کسی سے انصاف کرنے میں تاخیر کی جائے گی۔ بادشاہ کو منشور کی دفعات کی پابندی پر مجبور کرنے کے لئے جو طریقہ تجویز کیا گیا اس سے حکومت پر پابندی عائد ہو گئی۔ معاشرہ کی ضروریات کو ملحوظ رکھنے کے لئے مسلّمہ روایات کو بطور قانون تسلیم کر لیا گیا اور اس طرح پابند ملوکیت کا اصول نافذ ہو گیا۔ چودھویں صدی کے آغاز میں

پارلیمنٹ کے دو ایوان ہوگئے دارالامرا اور دارالعوام۔ امیروں کے ایوان میں اُمرا اور کلیسا کے اعلیٰ عہدہ دار ہوتے تھے اور دارالعوام میں مختلف علاقوں کے نمایندے۔ اس زمانہ میں پارلیمنٹ صرف محاصل عائد کرنے کا ذریعہ نہ تھی بلکہ قانون ساز ادارہ بن گئی تھی۔ اور نظامِ حکومت کی ایک مستقل خصوصیت تھی۔ چنانچہ پارلیمنٹ کو بادشاہ کے اختیارات پر دستوری پابندی عائد کرنے کا ذریعہ بنایا گیا۔ تاہم بادشاہ پارلیمنٹ کے قانون میں ردوبدل کر دیتا تھا اور یہ شاہی اختیار سترھویں صدی کے آخر تک استعمال ہوتا رہا۔ چودھویں صدی میں جنگ صد سالہ جاری تھی۔ اور پارلیمنٹ نے مختلف موقعوں پر اس جنگ کے لئے رقمی منظوری دینے سے انکار کر کے یہ چار اہم حقوق حاصل کر لئے۔ قانون بنانا۔ محاصل عائد کرنا۔ محاصل کے مداتِ صرف کا تعین کرنا اور بادشاہ کو معزول کرنے یا کسی کو بادشاہ بنانے کا فیصلہ کرنا۔ پارلیمنٹ کو مؤخر الذکر اختیار ۱۳۲۷ء میں ایڈورڈ دوم اور ۱۳۹۹ء میں رچرڈ دوم کو معزول کرنے اور ہنری چہارم کو بادشاہ بنانے سے حاصل ہوا۔

فرانس اور اسپین۔ انگریزوں کے بعد فرانسیسی جمہوری استحکام کی طرف بڑھے ۹۸۷ء میں امیروں اور جاگیرداروں نے کیپٹ کو شاہِ فرانس منتخب کیا تھا جس کے جانشینوں نے صدیوں حکومت کی اور ان کے عہد میں فرانس کی حالت بہتر ہونے لگی۔ ان بادشاہوں نے مشورہ کے لئے ایک کونسل بنائی جو امرا اور اہلِ کلیسہ پر مشتمل تھی۔ بادشاہ نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ اپنی رعایا پر اعتماد کرتے اور اس سے مشورہ لیتے ہیں نازک اور اہم مواقع پر اپنی پسند کے نمایندوں کو طلب کر کے ان سے مشورہ کرتا تھا۔ نمایندوں کی تعداد اور کونسل کی نوعیت مدت تک غیر متعین رہی۔ فلپ چہارم کے عہد میں پوپ سے کش مکش بڑھ گئی، اور بادشاہ کو رعایا کی امداد کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ اس نے ۱۳۰۲ء میں فرانس کے کمیونوں کو اپنے نمایندے کونسل میں بھیجنے کی دعوت دی۔ یہ کونسل آگے چل کر اسٹیٹس جنرل کہی جانے لگی۔ اسٹیٹس جنرل تین طبقوں کی مجلس تھی۔ اور تین علٰحدہ ایوانوں میں منعقد ہوتی تھی۔ مجلس کے یہ تین طبقے اہلِ کلیسا، امرا اور نمایندگانِ عوام تھے۔ جن میں شدید اختلافات تھے اور اسی وجہ سے یہ مجلس برطانوی پارلیمنٹ کی طرح جمہوری جدوجہد کو آگے نہ بڑھا سکی۔ فرانس میں صوبے خود مختار تھے اور بادشاہ ہر صوبہ دار سے علٰحدہ تصفیہ کر کے رقمیں حاصل کر لیتا تھا۔ طبقہ داری اور معاشری اختلاف کا یہ حال تھا کہ ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے اتفاق نہ کرتا اور عوام نمایندوں کے فیصلے قبول کرنے سے انکار کر دیتے۔ ۱۳۱۷ء میں فرانس کے مختلف شہروں اور علاقوں کو حقِ نمایندگی دیا گیا۔ اس طرح انتخابی اصول نافذ ہوگیا اور امرا و اہلِ کلیسہ کے علاوہ عوام کو بھی نمایندگی مل گئی۔ لیکن بادشاہ اپنی طاقت بڑھا کر اسٹیٹس جنرل سے بے نیاز ہوگئے اور محاصل وصول کرنے اور جنگ و صلح کرنے کے اختیارات اس کی منظوری کے بغیر استعمال کرنے لگے۔ چنانچہ فلپ کے بعد دو سو سال تک اس کا اجلاس طلب نہ کیا گیا۔

اسپین کی ریاست اراگان میں ۱۱۳۳ء میں اور کاسٹیل میں ۱۱۶۲ء میں نمایندہ اسمبلیاں قائم کی گئیں جو کورٹز

کہلاتی تھیں اور فرانس کی اسٹیٹس جنرل کے مماثل تھیں۔ ان میں طبقات کی نمائندگی ہوتی تھی اور طبقہ داری اختلافات ترقی کی راہ میں مشکلات پیدا کر دیتے تھے۔ اسمبلیوں میں نمائندگی کا اصول بھی مقرر نہ تھا۔ کاسٹیل کی اسمبلی کو محاصل کی وصولی اور صرف پر اختیارات حاصل تھے لیکن اختیارات کو مؤثر بنانا شہری نمائندوں کی جمہوریت پسندی پر منحصر تھا۔ کیونکہ ان ریاستوں میں عدبدیت روبہ ترقی تھی۔ ان بڑے ملکوں کے علاوہ سنہ ۹۳۰ء سے سنہ ۱۲۶۳ء تک آئس لینڈ میں جمہوری حکومت رہی اور آزاد شہریوں کی قومی مجلس قائم کی گئی تیرہویں صدی میں ناروے نے اس پر قبضہ کرلیا۔

شہری خود اختیاری۔ تجارت اور صنعت کی ترقی کے باعث شہروں کو فروغ ہوا اور ازمنۂ وسطیٰ میں بھی اٹلی اور مغربی یورپ میں خود مختار شہری ریاستیں قائم ہوگئیں۔ اٹلی کی شہری ریاستیں بارہویں صدی سے ترقی کرنے لگی تھیں اور سیاسی و معاشی سرگرمیوں کے اعتبار سے یونانی ریاستوں کے مماثل سمجھی جاتی تھیں۔ ان میں جمہوری ترقی بھی ہوئی تاہم یہاں ایتھنز جیسی جمہوریت قائم نہ ہوسکی۔ ان شہروں کی خود مختاری کا سبب گیارہویں اور بارہویں صدی میں ان کی آبادی اور دولت میں اضافہ ہے۔ تجارت اور سرمایہ کے کاروبار کی ترقی سے یہاں سیاسی شعور رکھنے والا اور اقتدار کا خواہش مند طبقہ بن گیا جس نے خود اختیار اجتماعی ادارے قائم کرنے کی تحریک چلائی جو کمیون کہے جاتے تھے۔ پہلے اس کے ارکان کی تعداد محدود تھی۔ اور ہر رکن ادارہ کے شرائط پر عمل کرنے کا حلف اٹھاتا تھا۔ پھر اس میں وسعت ہوئی اور تمام شہریوں نے مشترکہ نظم و نسق قائم کرنے کا حلف لے کر ایک جمہوری اسمبلی کی شکل اختیار کر لی جو آرنگو کہی جاتی تھی۔ ابتداء میں کمیونوں کی حکومت جمہوری تھی۔ نظم و نسق کے لئے قنصل مقرر کئے جاتے تھے۔ جن کو مشورہ دینے کے لئے ممتاز شہریوں کی ایک کونسل ہوتی تھی۔ قنصلوں کا انتخاب آرنگو کرتی تھی۔ یہی عوامی مجلس قانون ساز تھی۔ اور عہدہ داروں کے تعاون سے حکومت کی پالیسی پر نگرانی رکھتی تھی۔ تیرھویں صدی میں قنصلوں اور ممتاز شہریوں کی کونسل نے آرنگو کے اختیارات قانون سازی حاصل کرلئے۔ شہروں کی حکومت میں عوام کو مباحثہ کرنے کا حق نہ رہا اور حکومت کا کام عہدہ داروں کی ایک مجلس عاملہ کے سپرد ہوگیا۔ ان شہری ریاستوں میں جمہوریت اس لئے زوال پذیر ہوگئی کہ یونانی ریاستوں کی طرح یہاں بھی مقامی تعصب بہت بڑھ گیا۔ خوراک حاصل کرنے کے لئے شہری ریاستوں نے اطراف کے علاقے فتح کرنے شروع کر دئے اور شہروں میں باہمی جنگیں شروع ہوگئیں۔ اس سے فوجی قوت کمزور ہوتی گئی۔ اور پندرھویں صدی میں کئی شہروں میں جابریت قائم ہوگئی۔

اٹلی۔ فلورنس ان شہروں میں سب سے زیادہ جمہوری تھا اور تیرھویں صدی میں یہاں جمہوریت کو بہت ترقی ہوئی شہر فلورنس کے دستور میں تیرھویں اور چودھویں صدی میں بہت سی تبدیلیاں ہوئیں۔ اور حکومت اس اعتبار سے جمہوری رہی کہ شہریوں کے عام اجتماع میں جو پارلیمنٹو کہلاتا تھا مجسٹریٹوں کے انتخاب میں حصہ لیتے تھے۔ لیکن شہری حقوق صرف ان لوگوں کو حاصل تھے جو پیشہ واری انجمنوں کے رکن ہوتے تھے۔ سنہ ۱۲۸۲ء کے دستور میں اختیا

صرف چھ بڑی انجمنوں کے سربراہوں کے تفویض کردئے گئے تھے اور اس طرح تجارتی عدیدیت قائم ہوگئی تھی۔ لیکن اس کے اثرات اس لئے بہت محدود ہو گئے تھے کہ ان سربراہوں کی مدّتِ عہدہ صرف دو ماہ ہوتی تھی۔ ۱۳۲۸ء میں دستور میں ترمیم ہوئی اور سیاسی نمایندگی کی اساس زیادہ وسیع کردی گئی۔ منتخب کردہ عہدہ داروں کی درجہ بندی کے لئے قرعہ اندازی ہونے لگی اور عہدہ کی مدّت ختم ہونے کے بعد عہدہ داروں سے مواخذہ کرنے کا اصول اختیار کیا گیا۔

ان شہروں میں وینس بہت مشہور اور ترقی یافتہ تھا۔ یہ ساتویں صدی کے آخر میں ہی جمہوریہ بن گیا۔ صدر حکومت کو ڈاج کہتے تھے، جس کو شہریوں کی اسمبلی منتخب کرتی تھی۔ مجسٹریٹوں کے کاموں کو منظور یا نامنظور کرنے کا اختیار بھی اسی اسمبلی کو تھا۔ ۱۲۹۷ء میں چند ممتاز تاجروں کے خاندانوں کا اقتدار بڑھ گیا۔ اور ان خاندانوں کے سرگروہ جمہوریہ کی مجلس اعلےٰ کے رکن ہونے لگے۔ اس طرح یہ جمہوریہ تجارتی عدیدیہ بن گیا۔ ۱۳۱۰ء میں مجلس اعلیٰ دس ارکان پر مشتمل مجلس عاملہ کا انتخاب کرنے لگی جو نظم ونسق کی ذمہ دار ہوتی تھی اور مجلس اعلیٰ کے سامنے جوابدہ تھی۔

فرانس اور جرمنی۔ فرانس اور نیدرلینڈ میں بادشاہی کی مقبولیت کے باعث شہری جمہوریت ترقی نہ کرسکی۔ لیکن خود مختار شہر یہاں بھی موجود تھے۔ ان شہروں میں حکومتی ادارے اطالوی شہروں کے مماثل تھے۔ لیکن ان کی پارلیمنٹوں میں تمام شہریوں کی نمایندگی کبھی کبھی ہوتی تھی۔ کئی شہروں میں پیشہ واری انجمنوں کو شہر کی حکومت میں حصّہ دیا جاتا تھا۔ بارھویں صدی میں فرانس کے شہری جمہوریوں میں سب سے زیادہ جمہوری مارسائی کا کمیون تھا۔ یہاں شہریوں کو حصول عہدہ کے مساوی حقوق تھے۔ شہریوں کی اسمبلی تمام اہم فیصلے کرتی تھی اور نظم ونسق کی ذمہ دار مجلسِ اعلیٰ مختلف پیشہ داری انجمنوں کے منتخب کئے ہوئے نمایندوں پر مشتمل ہوئی تھی۔ شمالی فرانس اور فلینڈرس میں پیشہ واری مفاد کے تحفظ اور ترقی کے لئے حکومتِ خود اختیاری قائم کرنے میں شہریوں نے بہت مدد دی۔ لیکن شمالی شہروں میں عوامی اسمبلی کے اجلاس کم ہوتے تھے اور تجارتی انجمنوں کے عہدہ دار حکومت کے کاموں میں زیادہ حصّہ لیتے تھے۔

فرانس میں شہروں کی ایک اور قسم منشور یافتہ شہروں کی تھی جو اٹلی کے کمیونوں سے اس اعتبار سے مختلف تھے کہ یہ بادشاہ کا اقتدار تسلیم کرتے تھے اور جن شہروں میں کمیون بنے ان کی حیثیت خود مختار ریاست کے بجائے خود اختیار میونسپلیٹیوں کی تھی۔ بارھویں صدی میں ان شہروں نے جاگیرداروں کا اقتدار ختم کرنے کے لئے آپس میں اتحاد کیا۔ انھوں نے تجارت کے ذریعہ جو کثیر دولت پیدا کی تھی اس کی مدد سے حقوق اور مراعات حاصل کرنے لگے اور بتدریج خود اختیار ہو گئے۔ ان شہروں میں زیادہ دولت مند لوگ شہریوں کی اسمبلی پر حاوی ہونے لگے اور آخرکار بادشاہ نے ان کی بلدی خود اختیاری بھی محدود کردی۔

جرمنی میں بھی خود اختیار شہروں کو بہت ترقی ہوئی۔ ہر شہر میں شہریوں کی اسمبلی ہوتی تھی جس کو رات کہتے تھے۔ چونکہ جرمنی میں شاہی اقتدار کمزور تھا۔ اس لئے یہاں کے شہروں اور ان کی اسمبلیوں پر پابندیاں نہ تھیں۔ تاہم ان شہروں کی حکومت اور مجالس میں جمہوریت کہیں کم تھی اور کہیں زیادہ۔

سوئٹزرلینڈ۔ سوئٹزرلینڈ میں بھی شہری خود اختیاری کو ترقی ہوئی۔ لیکن یہاں شہروں کے مقابلہ میں دیہی کینٹن
زیادہ جمہوری تھے۔ کینٹنوں میں زندگی سیدھی سادی تھی۔ آبادی خود مکتفی تھی۔ باشندوں میں مساوات تھی۔ اور ان کے
اہم مسائل زراعت، چراگاہوں اور جنگلوں کے انتظام تک محدود تھے۔ اس لئے یہاں راست جمہوریت کے قیام میں
آسانی ہوئی۔ سوئٹزرلینڈ کی آزادی کی ابتداء ۱۲۹۱ء میں ایک معاہدہ سے ہوئی تھی۔ جو ہیپسبرگ خاندان کے تسلط کا
مقابلہ کرنے کے لئے تین کینٹنوں کے باشندوں میں ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ دوسرے کینٹن بھی اس معاہدہ میں شامل ہوگئے۔
اور اس طرح جمہوریہ سوئٹزرلینڈ کی بنیاد پڑی۔ چودہویں صدی میں اس معاہدہ نے ایک عہدیہ کی شکل اختیار کرلی۔
جو دراصل چند کینٹنوں کا ایسا معاہدہ تھا جس کے مطابق وہ مشترکہ مفاد والے مسائل پر اپنے نمایندوں کی مجلس میں جو
ڈائٹ کہی جانے لگی، مباحثہ کرنے پر متفق ہوگئے تھے۔ لیکن ڈائٹ کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ کسی کینٹن کو مجبور کرے اس لئے
اختلافی مسائل متعلقہ کینٹن کے اربابِ اختیار سے رجوع کئے جاتے تھے۔ کینٹن میں حکومت کے اختیارات عوامی مجلس کو حاصل
تھے جو چودہ سال سے زیادہ عمر کے شہریوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ اور یہی مجلس کینٹن کے مجسٹریٹوں اور چیف مجسٹریٹ کا انتخاب
کرتی تھی۔ اس کو قوانین منظور یا نامنظور کرنے کا اختیار تھا۔ اور جنگ، صلح اور خارجی تعلقات کا فیصلہ بھی یہی مجلس کرتی تھی۔
آگے چل کر متعدد کینٹنوں میں نمایندہ مجلس بھی قائم ہوئی۔ لیکن اہم امور عوامی مجلس ہی طے کرتی تھی۔ صرف بڑے کینٹنوں اور
شہروں میں جہاں آبادی زیادہ تھی نظم ونسق عوامی مجلس کے بجائے نمایندہ مجلس کے تفویض کیا گیا۔
سوئٹزرلینڈ کے کینٹنوں میں اوری، شویز، انٹروالڈن، گلارس، زوگ اور اپنزل میں خالص جمہوریت تھی۔
عوامی مجالس تھیں جن کا معمولی جلسہ میں ایک مرتبہ ہوتا تھا اور اہم مسائل کے تصفیہ کے لئے خاص جلسے طلب کئے جاتے
تھے۔ عوامی مجلس کی صدارت ایک اعلیٰ عہدہ دار کرتا تھا۔ کینٹنوں کی یہ عوامی مجالس مقتدر اعلیٰ تھیں۔ چودہویں صدی میں
بعض شہری کینٹنوں میں نظم ونسق کے لئے انتظامی مجالس قائم کی گئیں۔ شہری علاقوں کے باہر انتظامی مجالس بھی عوامی مجالس
کے تحت تھیں۔ پرانے کینٹنوں میں جمہوری حکومت کی ترقی کے باعث محکوم علاقوں کا حقِ خود اختیاری بھی تسلیم کرلیا گیا اور
اس طرح سوئٹزر میں وہ مسئلہ حل ہوگیا جو ایتھنز میں نہ ہوسکا تھا۔ اس کامیابی کا ایک اہم سبب سوئٹزرلینڈ کے سادہ
لباس اور معاشی حالات بھی تھے۔
سوئٹزرلینڈ کے شہروں میں امورِ عامہ کی نگرانی کے لئے کونسلیں قائم کی گئیں۔ جو بعض جگہ انتخابی اور بعض جگہ
تعاونی ہوتی تھیں۔ بڑے شہری کینٹنوں میں یہ رجحان بڑھا کہ عوامی مجلس کے جلسے کم ہوا کریں۔ چنانچہ جن کینٹنوں میں یہ مجلس
آخری فیصلہ کرنے والا ادارہ تھی وہاں مراجعہ کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ عوامی مجلس کا جلسہ طلب نہ کرنے کے باوجود منظوری یا
نامنظوری کا حق عوام کے لئے محفوظ رکھا گیا اور یہی مقتدرِ اعلیٰ رہے۔ عوامی مجلس کا اختیار حکمرانی ایک یا کئی کونسلوں کو
مل گیا۔ جب پرانے کینٹنوں میں بھی آبادی بہت بڑھ گئی تو راست جمہوریت کے بجائے حکومت کے لئے نمایندہ ادارے

قائم کرنے پڑے۔ لیکن حکومت پر عوام کی مؤثر نگرانی تھی۔

وفاقی جمہوریت ۔ اگرچہ وفاقی جمہوریت کا تصور ازمنۂ وسطیٰ میں پوری طرح متشکل نہ ہؤا تھا۔ تاہم چھوٹی آبادیوں میں وفاقی جمہوریت عملاً نافذ ہوگئی تھی۔ اس کے جمہوری نظام کی اکائی خود مختار گاؤں تھا۔ جو مرد شہریوں کے اجتماع عام میں اپنے معاملات طے کرتا تھا۔ گاؤں کے قوانین اور اختیارات جُداگانہ ہوتے تھے۔ یہ لیگ چند اضلاع کا عہد یہ تھی جن کو کیمونوں میں تقسیم کردیا گیا تھا اور خود مختار گاؤں کے نمایندے بہت آسان طریقے سے منتخب ہو کر کیمونوں اور اضلاع کی مجالس کی منزلیں طے کرکے لیگ کی ڈوائٹ کے رُکن ہو جاتے تھے۔

نمائندہ طرزِ حکومت کا آغاز اور اس اصول کا پہلے مقامی اور پھر قومی اداروں میں نفاذ جمہوری ترقی کی طرف ایک بہت اہم قدم تھا۔ اس طرح تاجروں کی انجمنیں اور عوام حکومت میں مؤثر حصّہ لینے لگے۔ جمہوری جدوجہد کی بنیاد یہ اصول بن گیا کہ حکمران امورِ مملکت کے بارے میں رعایا کے نمایندوں کے توسط سے اس کی مرضی معلوم کرے اور آگے چل کر اس اصول نے اتنی ترقی کرلی کہ رعایا کی مرضی حکمرانوں پر غالب ہوگئی۔

مطبوعاتِ مجلس ترقی ادب

تعارف جدید سیاسی نظریہ	مترجمہ عبدالمجید سالک و عبدالحصی	۲—۱۲—۰
غیب و شہود	مترجمہ سید نذیر نیازی	۲—۴—۰
حکمتِ قرآن	مصنفہ محمود مختار۔ ترجمہ صوفی غلام مصطفٰے تبسم	۱—۰—۰
دولتِ اقوام	ترجمہ عطاء اللہ و فخری	
فلسفۂ شریعتِ اسلام	مترجمہ شیخ عنایت اللہ و محمد احمد رضوی	۵—۰—۰
نظامِ معاشرہ اور تعلیم	مترجمہ عبدالمجید سالک و عزیز	۴—۰—۰

ملنے کا پتہ

سکرٹری مجلس ترقی ادب۔ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ۔ لاہور